نظمِ قرآنی

اسرار ورموز، معانی وحکمتیں

از: مولانا محمد عارف جمیل مبارک پوری
استاذ دارالعلوم، دیوبند

قرآن کریم ایک زندہ جاوید کتابِ الٰہی ہے۔ وہ ایک ایسی کتاب ہے، جس کے عجائب وغرائب ختم ہونے والے نہیں، یہ ایک معجزہ ہے۔ اس کتابِ الٰہی کا ہر پہلو معجزاتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت جگہ جگہ آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ ایک ہی واقعہ کو مختلف جگہوں پر مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختلف مقامات پر ایک ہی مادے کے الگ الگ صیغے اور شکلیں ذکر کی گئی ہیں مثلاً (تنزل) اور (تتنزل)۔ کہیں مفرد لفظ آیا ہے تو کہیں جمع مثلاً (معدودۃ)، (معدودات)، (سماء)، (سماوات)، کہیں ایک صیغہ کسی باب سے استعمال کیا گیا ہے، تو دوسری جگہ اسی مادہ کو دوسرے باب سے ذکر کیا گیا ہے۔ ایک ہی نوع کے واقعہ میں کسی لفظ کو ایک جگہ سیاق میں مقدم رکھا گیا ہے، تو دوسری جگہ اس کو موخر کیا گیا ہے، مثلاً سورتِ بقرہ میں (والنصاری والصابئین) آیا ہے، لیکن سورتِ حج میں (والصابؤن والنصاری) میں ''النصاری'' کو موخر کیا گیا، اسی طرح ''لہو'' کا لفظ کسی آیت میں ''لعب'' پر مقدم ہے، تو کسی آیت میں موخر، لفظ ''سمع'' کسی آیت میں ''بصر'' پر مقدم ہے، تو کسی آیت میں موخر ہے، ایک ہی لفظ کو کہیں معرفہ استعمال کیا گیا ہے، تو کہیں نکرہ، مثلاً سورتِ بقرہ میں (بلداً آمناً) اور سورت ابراہیم (ہذا البلد) معرفہ آیا ہے۔

اس طرح کے موقع پر آدمی یہ سوچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ یہ محض تفننِ کلام اور اندازِ بیان ہے یا اس میں کوئی حکمت پنہاں ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ کلامِ الٰہی کا ایک ایک حرف اور لفظ، اس میں تقدیم وتاخیر، اور الفاظ کی مختلف شکلوں میں بڑے رموز واسرار اور معانی وحکمتیں موجود ہیں۔ ہمارے مفسرین اور علومِ قرآن پر لکھنے والوں نے اس موضوع پر اپنے قلم کو دوڑایا ہے۔ یہ اسرار وحکم، یہ

لولو ومرجان ہمارے تفسیری ذخیرے میں بھرے پڑے ہیں، ان کو جمع کرنے اور ایک لڑی میں پرونے کی ضرورت ہے۔ زیرِنظر مضمون میں مختلف کتابوں کے حوالے سے انہی کو تلاش اور جمع کرنے کی حقیر کوشش کی گئی ہے۔

۱۔(ریح)(ریاح)

ریح کے لغوی معنی ''ہوا'' ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں کہیں مفرد اور کہیں جمع استعمال ہوا ہے۔اس طرح کی آیات پر غائرانہ نظرڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رحم وکرم کے پس منظر میں جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، مثلاً یہ آیاتِ کریمہ:

وَهُو الَّذِی یُرْسِلِ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ [اعراف/۵۷]

''اور وہی ہے جو بارش سے پہلے خوش خبری لانے والی ہوائیں چلاتا ہے''۔

وَأَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ [حجر/۲۲]

''اور ہم نے اوس بھری ہوائیں چلائیں''۔

وَمِنْ آیَاتِہٖ أَنْ یُرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرَاتٍ [روم/۴۶]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خوش خبری لانے والی ہوائیں چلاتا ہے''۔

لیکن عذاب کے سیاق وپس منظر میں مفرد لفظ (ریح) استعمال ہوا ہے' مثلاً یہ آیات کریمہ:

(۱) فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیحاً صَرْصَراً [حم سجدہ/۱۶]

''پھر ہم نے ان پر بڑے زور کی ہوا بھیجی''۔

(۲) وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِیحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَة [حاقہ/۶]

''اور وہ جو عاد تھے، سو ایسی ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے برباد ہوئے، جو ہاتھوں سے نکل جائے''۔

(۳) وَفِی عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیحَ الْعَقِیْمَ [ذاریات/۴۱]

''اور عاد میں نشانی ہے، جب ہم نے ان پر خیر سے خالی ہوا بھیجی''۔

فرمانِ نبوی ہے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِیَاحاً وَلَا تَجْعَلْهَا رِیحاً()

(معجم کبیر از طبرانی[11558])

''خدایا! اس کو (رحمت) کی ہوا بنا، (عذاب) کی ہوا نہ بنا''۔

اصفہانی ''غریب القرآن'' (۲۰۶/۱) میں یہ ضابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن کریم میں جہاں جہاں مفرد لفظ (ریح) آیا ہے، اس سے مراد عذاب ہے، ،اور جہاں جمع (ریاح) آیا ہے، اس سے مراد رحمت ہے۔ اول الذکر کی مثال: (إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً صَرْصَرًا)، (فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً)، (كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ) اور (اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ) ہے۔ موخرالذکر کی مثال: (وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ)، (أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ) اور (يُرْسِلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا) ہیں۔ اور (يُرْسِلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَاباً) میں رحمت کے معنی میں ہونا اظہر ہے، اس میں ایک قراءت جمع کے لفظ کے ساتھ ہے، اور یہی اصح ہے''۔

ابن ابوحاتم وغیرہ حضرت ابی بن کعب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

''قرآن میں جہاں (ریاح) آیا ہے، اس سے مرادعذاب اور جہاں (ریح) آیا ہے، اس سے مراد رحمت ہے''۔

اس کی حکمت وعلت یہ ہے کہ رحمت کی ہوائیں مختلف جانب سے مختلف فوائد وصفات لے کر اٹھتی ہیں۔ ایک طرف سے جب کوئی ہوا اٹھتی ہے، تو اس کے بالمقابل دوسری طرف بھی ہوا اٹھتی ہے۔ ان ہواؤں کے باہمی اختلاط کے نتیجہ میں ایک خوش گوار نفع بخش ہوا کا وجود ہوتا ہے، جس میں انسان وحیوان ہر ایک کے لیے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عذاب کی ہوا ایک طرف سے اٹھتی ہے اور اپنے مقابلہ میں کوئی اور ہوا نہیں پاتی، اسی لیے بعض آیات میں اس کو ''عقیم'' کہا گیا ہے۔ (الاتقان ۱/۱۶۷، بحرالعلوم از سمرقندی ۱/۱۳۹)

ثعالبی اس ضابطہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''ریاح، ریح کی جمع ہے۔ قرآن کریم میں رحمت کے موقع پر یہ لفظ جمع اور عذاب کے موقع پر مفرد آیا ہے؛ البتہ سورتِ یونس آیت (۲۲): ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ﴾ اس سے مستثنیٰ ہے۔ عام طور پر قرآن کریم میں یہی انداز ملتا ہے۔ حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحاً وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحاً()

(معجم کبیر از طبرانی [11558])

''خدایا! اس کو (رحمت) کی ہوا بنا، (عذاب) کی ہوا نہ بنا''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عذاب کی ہوا سخت ہوتی ہے، جسم واحد کی طرح اس کے اجزاء ملے اور جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس رحمت کی ہوا میں نرمی ہوتی ہے، مختلف جگہوں سے

ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آتی ہے؛ اسی لیے اس کو ریاح (ہواؤں) سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں کشتی کے ساتھ مفرد لفظ (ریح) استعمال ہوا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کشتی چلنے کے لیے یک طرفہ ہوا ضروری ہے، نیز (طیبۃ) کی صفت لانے سے یہ وہم ختم ہوجاتا ہے کہ یہ لفظ رحمت اور عذاب کی ہوا میں مشترک ہے"۔ (تفسیر ثعالبی تفسیر سورتِ بقرہ/۱۶۴)

پھر موصوف سورتِ اعراف آیت (۵۷) کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"قرآن کریم میں جہاں "ریاح" جمع کے ساتھ، رحمت کے سیاق میں آیا ہے، مثلاً: ﴿مِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ﴾، اور "ریح" مفرد کے ساتھ عذاب کے سیاق میں آیا ہے، مثلاً: ﴿وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ العَقِيمَ﴾ [ذاریات/۴۱]، اس کی تشریح سورتِ بقرہ میں آچکی ہے۔ اس آیت (سورتِ اعراف/۵۷) میں افراد ﴿ریح﴾ کی قراءت کو سامنے رکھا جائے، تو اس سے مراد: اسمِ جنس ہے، پھر ﴿بُشْرًا﴾ کی قید سے اشتراک کے وہم کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ (ثعالبی تفسیر سورتِ اعراف/۵۷)

ماوردی رحمت وعذاب کے مابین استعمال میں اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رحمت کی ہوائیں: جنوبی، شمالی، اور پوروائی ہوتی ہیں، ان سے درخت باردار ہوتے ہیں، یہ ایک سے زائد ہیں؛ اس لیے ان کو جمع کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، جب کہ عذاب کی ہوا پچھوائی ہوتی ہے، اس میں درختوں کو باردار کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی؛ اس لیے اس کو مفرد کے لفظ سے تعبیر کیا گیا"۔ (النکت والعیون از: ماوردی ۳/۲۰۴)

یہ اصول قرآن کریم میں کلی نہیں؛ بلکہ عمومی اوراغلبی ہے، چند آیات اس سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً

(أ) فرمان باری: حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ، وَفَرِحُوا بِهَا، جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ [یونس/۲۲]

"یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں بیٹھے اور وہ تم کو اچھی ہوا سے لے چلیں، اور اس سے خوش ہوئے، تو کشتیوں پر تند ہوا آئی"۔

یہاں رحمت کی ہوا کے لیے مفرد لفظ (ریح) استعمال کیا گیا ہے، اس کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ لفظی طور پر یہ (ریح عاصف) کے مقابلہ میں وراد ہے، اس کی رعایت میں مفرد استعمال ہوا ہے۔

۲۔ معنوی وجہ یہ ہے کہ رحمتِ الٰہی کی تکمیل ہوا میں اتحاد کی شکل میں ہوسکتی ہے۔

کیوں کہ یک طرفہ ہوا سے ہی کشتی چلے گی، اور اگر مختلف جہات سے ہوائیں آجائیں تو کشتی ٹکرا کر غرق اور ہلاک ہو جائے گی؛ یہاں ہوا کا متحد ہونا ضروری اور مطلوب ہے۔ (ریح) کے لفظ سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ یہ آندھی ہے، اس کے ازالہ کے لیے اس ہوا کو (طیبۃ) کہا گیا ہے۔()

(من أسرار النظم القرآنی، از: ڈاکٹر محمد عبداللہ سعادت ص۶۔۷، البرہان فی علوم القرآن ۴/۱۱، تفسیر القطان ۲/۵۳)

(ب) فرمان باری: إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهِ [شوری/۳۳] ''اگر چاہے، تو ہوا کو تھام دے، تو سارے دن اس کی پیٹھ پر ٹھہری ہوئی رہیں''۔

یہ آیتِ کریمہ بھی عام ضابطہ سے مستثنٰی ہے؛ لیکن ابن منیر کہتے ہیں کہ یہ ضابطہ کے مطابق ہے، یہاں عذاب مراد ہے؛ اس لیے کہ ہوا کا رکنا عذاب اور کشتی والوں کے لیے باعثِ مشقت ہے۔ (الاتقان ۱/۲۲۲)

ابن عطیہ سورتِ فرقان آیت/۴۸ ﴿هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا﴾ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''جمع کی قرارت (یعنی ریاح) زیادہ معقول ہے؛ اس لیے کہ عرف کے اعتبار سے قرآن کریم میں لفظ ''ریح'' مفرد عذاب کے سیاق میں اور بارش ورحمت کے سیاق میں جمع (ریاح) استعمال ہوا ہے۔ اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ بارش کی ہوا متفرق طور پر مختلف مقامات سے ٹھہر ٹھہر کر آتی ہے، جب کہ عذاب کی ہوا یک بارگی آتی ہے، متفرق طور پر نہیں آتی؛ چناں چہ وہ اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ رمانی کہتے ہیں: رحمت کی ہوا کو ریاح کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ یہ تین ہوائیں (جنوبی، پروائی، اور شمالی) ہیں، ان سے درخت باردار ہوتے ہیں، اور عذاب کی ہوا کے لیے مفرد لفظ ''ریح'' اس لیے استعمال ہوا کہ یہ ایک ہی ہوا (پچھوائی) ہے، اس سے درخت باردار نہیں ہوتے۔ (ابن عطیہ تفسیر سورتِ فرقان آیت/۴۸)

شاید ابن عاشور مفرد وجمع کے استعمال میں اس تفریق سے مطمئن نہیں، وہ سورتِ بقرہ آیت /۱۶۴ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمع کا لفظ (ریاح) خیر کی ہوامیں اور مفرد لفظ (ریح) مصیبت کی ہوا کے لیے بہ کثرت استعمال ہوتا ہے۔ ان استدلال اس حدیث سے ہے، جس میں فرمانِ نبوی ہے: (اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحاً لَا رِيحاً)۔ یہ تفریق فی الغالب ہے، ورنہ مفرد لفظ بھی جمع کے موقع

پر استعمال ہوا ہے، یہاں پر دوسری قراءت (الریح) بھی ہے۔ مستدل حدیث صحت کے درجہ کی نہیں۔ اور اگر یہ تفریق تسلیم کرلی جائے، تو اس کی بہترین توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ نفع بخش ہوا ہلکی ہوتی ہے، اس کی موجیں رک رک کر آتی ہیں، جس سے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچتا، اور چوں کہ یہ ٹھہر ٹھہر کر اٹھتی ہیں؛ اس لیے ان کو جمع کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، گویا یہ کئی ایک ہوائیں ہیں۔ اس کے برعکس عذاب کی ہوا اور آندھی یک بارگی آتی ہے، اس میں لوگوں کو کوئی موقع نہیں ملتا؛ لہٰذا یہ ایک ہوا کے درجہ میں ہوئی؛ اس لیے اس کو مفرد کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ قرطبی نے یہی لکھا ہے۔ (ابن عاشور تفسیر سورتِ بقرہ/۱۶۴)۔

لیکن ابن عاشور سورتِ روم آیت/ ۴۸ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”ریاح کا لفظ جمع لایا گیا ہے؛ اس لیے کہ عام استعمال میں جمع کا لفظ ان ہواؤں کے لیے ہوتا ہے، جو بارش کی بشارت دیتی ہوں؛ کیوں کہ بادلوں کو ہانکنے والی ہوائیں، مختلف سمتوں سے اٹھتی ہیں، یہ جنوبی، شمالی، پوروائی اور پچھوائی ہوائیں ہیں۔ اس کے برعکس مفرد لفظ (ریح) کا عام استعمال سخت اور طاقت ور ہوا کے لیے ہوتا ہے؛ کیوں کہ یہ یک بارگی ایک طرف سے آجاتی ہے، اور تیز ہوتی رہتی ہے۔ روایت میں ہے کہ جب ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے: (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحاً لاَ رِیْحاً)۔ سورتِ بقرہ میں اس پر بحث آچکی ہے۔ (ابن عاشور تفسیر سورتِ روم/ ۴۸)

اس تفریق پر اشکال:

مفرد وجمع کے استعمال میں اس تفریق پر بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا ہے کہ قرآن کریم میں بارہ مقامات پر (ریح یا ریاح) کی مختلف قراءتیں ہیں، اس کے ہوتے ہوئے یہ تفریق مشکل ہے؟

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ قراء توں کے اس اختلاف سے اصل ضابطہ متاثر نہیں ہوتا؛ کیوں کہ رحمت کے سیاق میں جن قراء کے یہاں جمع کی قراءت (ریاح) ہے، وہ اصل ضابطہ کے موافق ہے؛ البتہ رحمت کے سیاق میں جن قراء کے یہاں مفرد کی قراءت (ریح) ہے، تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس سے جنس مراد ہے۔ عذاب کے سیاق میں جمع (ریاح) کہیں استعمال نہیں ہوا، اور جہاں کہیں رحمت کے سیاق میں مفرد لفظ (ریح) آیا ہے، تو اس کی صفت بیان کردی گئی ہے، جس سے التباس ختم ہوجاتا ہے، مثلاً سورتِ یونس میں ﴿بریح طیبة﴾ آیا ہے۔ اور اگر اس کی صفت مذکور نہیں، تو اس سے مراد عذاب کی ہوا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں گزرا۔

مزید براں یہ کہ بسا اوقات قرآن کریم میں کسی لفظ کی کوئی خصوصیت ہوتی ہے، جو اس کے لیے

علامت قرار دی جاتی ہے، مثلاً: قرآن کریم میں جہاں کہیں (یدریك) آیا ہے، وہ مبہم ہے، واضح نہیں، جیسا کہ سورتِ شوری میں ہے:﴿یُدرِیكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیب﴾ [شوری/ ۱۷]۔ اور جہاں کہیں لفظ(أَدرَاكَ) آیا ہے، وہ مفسر ہے، مثلاً:﴿وَمَا أَدرَاكَ مَاهِیَهْ، نَارٌ حَامیة﴾[قارعۃ/۱۰۔۱۱]۔(دیکھیے:تفسیر النیسابوری ۱/۳۹۱،تفسیر اللباب از ابن عادل ۲/۲۴۴)

خطیب شربینی اس تفریق کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''نفع بخش ہوا کو 'ریاح' اور مضر ہوا کو 'ریح' کہنے کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ نفع بخش ہوا مختلف انواع واقسام واجزاء والی ہوتی ہے؛ اس لیے اس کو جمع کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ نفع بخش ہواؤں کے جھونکے شب و روز آتے رہتے ہیں، جب کہ مضر ہوا سالوں نہیں بلکہ صدیوں میں کبھی اٹھتی ہے۔

۲۔ نفع بخش ہوا ایک نہیں؛ بلکہ متعدد ہوتی ہے، جب کہ مضر ہوا جیسے بادِ سموم، یک بارگی آتی ہے۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہوا چلی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللّٰھُمَّ اجعَلْھا رِیَاحاً ولاَ تَجعَلھا رِیحاً۔ اس میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: ،﴿فَأَرسَلنَا عَلَیهِمُ الرِّیحَ العَقِیمَ﴾[ذاریات/۴۱] (دیکھیے: السراج المنیر تفسیر سورتِ روم ج ۱ ص ۳۲۲۸)

صاحبِ المنار اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآنی آیات کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع کا استعمال، اللہ تعالی کی آیات اور اس کی رحمت خصوصاً بارش کے سیاق میں آیا ہے، جب کہ مفرد (ریح) کا استعمال چند آیات میں قومِ عاد کے عذاب کے تعلق سے وارد ہے، نیز عذاب کی مثال بیان کرتے ہوئے بھی مفرد لفظ استعمال ہوا ہے، مثلاً:

مَثَلُ مَا یُنفِقُونَ فِی هٰذِهِ الحَیاةِ الدُّنیا کَمَثَلِ رِیحٍ فِیهَا صِرٌّ أَصَابَت حَرثَ قَومٍ ظَلَمُوا أنفُسَهم فَأَهلَکَتهُ [آل عمران/۱۱۷]

''اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال جیسے کہ ایک ہوا، اس میں پالا ہو''۔

فرمانِ باری ہے:

مَثَلُ الَّذِینَ کَفَرُوا أَعمَالُهُم کَرَمادٍ اشتَدَّت بِهِ الرِّیحُ فِی یومٍ عَاصِفٍ، لَا یَقدِرُونَ عَلَی شَیءٍ [ابراہیم/۱۸]

''ان لوگوں کا حال، جو اپنے رب کے منکر ہیں' ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے کہ وہ راکھ آندھی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے''۔

فرمانِ باری: أَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ [حج/۳۱]

''یا ہوا نے اس کو کسی دور مکان میں جاڈالا''۔

البتہ تقابل کے وقت عذاب ورحمت دونوں معانی میں استعمال ہے، مثلاً فرمانِ باری ہے:

هُوَ الَّذِىْ يَسِيرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حتى إذا كُنتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طيبة، جَاءَ تْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ [۲۲/۱۰]

''وہی وہ ہے، جو تم خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں بیٹھے اور وہ تم کو اچھی ہوا سے لے چلیں تو کشتیوں پر تند ہوا آئی''۔

سورتِ انبیاء، سبا اور ص میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو ماتحت کیے جانے کے تعلق سے احسانِ الٰہی کے سیاق میں بھی مفرد (ریح) آیا ہے۔

❀ ❀ ❀